مغویہ فلسطینیوں کی رہائی کی بات کب ہوگی؟

محمد حنیف خان

دنیا

میں جمہوریت نے اس بات کو یقینی بنایا تھا کہ ہر شخص کی یکساں اہمیت ہوگی، جمہوریت کی اسی یکسانیت نے دنیا کو اپنی جانب راغب کیا تھا، مگر یہ ایک ایسا فریب تھا جس کے دام میں اکثریت آ گئی، آج جس کے پاس طاقت ہے وہی سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، ورنہ وہ افراد/ قوم اور ملک جو تہی دست و تہی دامن ہیں، ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جس کی سب سے بڑی مثال اسرائیل اور فلسطین ہے۔

اسرائیل نے جس طرح فلسطین کو تباہ و برباد کیا ہے، اس کے مکینوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح قتل کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اس نے یہ عمل اس لیے کیا کہ حماس نے 1200 اسرائیلیوں کو اس لیے اغوا کر لیا تھا کیونکہ اسرائیل فلسطینی زمین پر مستقل قبضہ کر رہا تھا اور اس کے مکینوں کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزار رہا تھا جس سے تنگ آ کر انہوں نے یہ عمل کیا جس کے ردعمل میں اب تک 35 ہزار سے زیادہ مرد و عورت، بوڑھے اور بچے قتل کیے جا چکے ہیں، لاکھوں لوگ زخمی ہیں، جو دوا اور علاج کو ترس رہے ہیں، غذائی قلت کی وجہ سے بھکمری پھیل چکی ہے جبکہ پورے فلسطین کا بنیادی ڈھانچہ تباہ ہو چکا ہے۔

پوری دنیا ایک آواز میں یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ مغویہ اسرائیلیوں کو بغیر کسی شرط کے آزاد کیا جائے۔ آزادی کی بات بری نہیں ہے لیکن یہ بات یکطرفہ نہیں ہونی چاہیے۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس اس وقت اسرائیل کے سب سے بڑے حامی ممالک ہیں جو جمہوریت کے بھی علمبردار بنتے ہیں، ان کے علاوہ امریکی بلاک میں شامل سبھی ممالک بلا کسی شرط کے اسرائیل کے حامی ہیں، جو اسرائیلی مغویہ افراد کی نہ صرف رہائی کا مطالبہ کر رہے ہیں بلکہ اسرائیل کے اس غیر انسانی اور غیر جمہوری اقدام کو بھی درست مان کر اس کی حمایت کر رہے ہیں، یہی وہ ممالک ہیں جو فلسطین کو ایک ملک کا درجہ دینے کے بھی نہ صرف مخالف ہیں بلکہ وہ کسی طور پر فلسطین کو ایک آزاد ملک کے طور پر دنیا کے کسی بھی اسٹیج پر دیکھنا نہیں چاہتے، یہ بات اور ہے کہ دو ریاستی حل کی بات امریکہ شدومد سے کر رہا ہے مگر وہ صرف بات کر رہا ہے عملی طور پر وہ کچھ نہیں کر رہا ہے۔ ان ممالک میں سے کسی نے بھی دنیا کے کسی اسٹیج سے فلسطینی مغویہ افراد کی رہائی کی بات نہیں کی۔ کسی نے ایک لفظ ایسا ادا نہیں کیا جس سے یہ مترشح ہو کہ وہ اسرائیلیوں کی طرح فلسطینیوں کو بھی انسان تصور کرتے ہیں اور اس جمہوری دنیا میں ان کو بھی جینے کا حق دینا چاہتے ہیں۔

کیا امریکہ اور اس کے بلاک میں شامل ممالک کو یہ نہیں معلوم کہ اسرائیل نے 1967 کے بعد سے اب تک کئی ملین فلسطینیوں کا اغوا کیا ہے، جن کی اموات اس کی جیلوں میں ہو چکی ہیں۔ کیا اغوا کا لفظ صرف حماس کے لیے استعمال کیا جائے گا؟ ریاست کی جبری گرفتاری کو اس زمرے میں نہیں رکھا جائے گا؟ کیا ریاست طاقتور ہوتی ہے، اس لیے اس کے لیے اغوا کے بجائے گرفتاری کا لفظ استعمال کیا جائے گا؟ الجزیرہ نے ''یوم فلسطینی قیدی'' 17/اپریل کو ایک رپورٹ ''The thousands of Palestinians Israel arrests, tortures, holds even in death'' کے عنوان سے شائع کی تھی، جس میں اس نے بتایا تھا کہ اسرائیل نے ہزاروں فلسطینیوں کو گرفتار کر کے اپنی جیلوں میں انہیں تشدد کا نشانہ بنایا، یہاں تک کہ موت کے گھاٹ اتار دیا۔ آج بھی اسرائیل ہزاروں فلسطینی اسیروں کو قید کر کے ان کے ساتھ بدسلوکی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق اسرائیل نے فلسطین کے صرف مقبوضہ مغربی کنارے سے 9500 فلسطینیوں کو گرفتار کر کے اپنی جیلوں میں بند کر رکھا ہے، جن میں سے تقریباً 4000 افراد 7/اکتوبر کے بعد قید کیے گئے ہیں۔

الجزیرہ نے رہا ہوئے متعدد فلسطینی قیدیوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ اسرائیلی افسران اور اہلکاران قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرتے ہیں۔ ایک اسرائیلی ڈاکٹر کے حوالے سے قید خانوں کے خوفناک حالات کے بارے میں بتایا گیا کہ غزہ سے فلسطینی قیدیوں کو ایک عارضی حراستی مرکز میں رکھا گیا ہے، جہاں وہ ہر وقت نگرانی میں رہتے ہیں، ان کی آنکھوں پر پٹی باندھنا اور انڈر ویئر کے اندر ہی پیشاب اور رفع حاجت پر مجبور کیا جانا عام بات ہے۔

7/اکتوبر سے مقبوضہ مغربی کنارے کے کم از کم 15 قیدی بھی ہلاک ہو چکے ہیں، ادمیر کے ایک فرد کے مطابق اسرائیلی حکام اہل خانہ کو اپنے پیاروں کی لاشیں باوقار تدفین کے لیے دینے سے انکاری ہیں۔ اس کے مطابق گزشتہ 27 برسوں میں، میں نے کبھی بھی اتنے زیادہ لوگوں کو جیلوں کے اندر اپنی جانیں گنواتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ تو صرف ایک مثال ہے۔ 16 مئی کو اسرائیل کے اخبار ہارٹز میں جدعون لیوی (Gideon Levy) کا مضمون What About the Palestinian Hostages? شائع ہوا ہے۔

دو ٹوک

جدعون لیوی بائیں بازو کے ایک اسرائیلی پارلیمنٹرین ہیں، جو کھل کر انسانی حقوق سے متعلق لکھتے رہے ہیں۔ اس پوری جنگ میں اسرائیل سے واحد انسانی آواز ہیں جو انسانی حقوق کی بات کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے متشدد اور متعصب اسرائیلیوں اور وہاں کی حکومت کی بھی فکر نہیں کی ہے۔

وہ ایک فلسطینی ڈاکٹر البرش کی اسرائیلی حراست اور وہاں کی جیل میں موت کے بعد لکھتے ہیں کہ غزہ سے تعلق رکھنے والے ایک فلسطینی کی جیل میں موت ہو گئی، اس کے باوجود اسرائیل جیل سروس یہ نہیں سوچتی کہ اسے اس کی موت کے حالات عوام کو بتانا چاہیے کیونکہ وہ ریاست کا شہری نہیں تھا۔ تو کیا؟ آخر کار، جنگ میں تقریباً 500 ڈاکٹر اور طبی عملہ ہلاک ہو چکا ہے جن پر کوئی توجہ نہیں دی جا سکی۔ تو البرش کی موت پر کوئی توجہ کیوں مبذول کی جائے؟ کیوں کہ وہ محکمہ کے ڈائریکٹر تھے؟ اسرائیل نے غزہ میں کوئی جنگی جرم نہیں کیا ہے؟ وہ مزید لکھتے ہیں کہ دوسرے لفظوں میں جو لوگ اسرائیلی شہری نہیں ہیں، ان کی اسرائیلی جیلوں میں کوئی قیمت نہیں ہے۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے جب کوئی اسرائیلی قبرص میں عصمت دری کے الزام میں یا پیرو میں منشیات کے الزام میں گرفتار ہوتا ہے اور ہم اس کی حراست کے حالات سے ناراض ہوتے ہیں۔ جب ہم دنیا سے شکایت کرتے ہیں، اور بجا طور پر، اپنے یرغمالیوں کی قسمت کے بارے میں، تو ہمیں یہ اور بھی زیادہ دردمندی سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ جب یہی اسرائیلی دوسرے فریق کے یرغمالیوں کے انجام سے بے نیاز ہیں تو دوسرے لوگ ہمارے یرغمالیوں کے انجام پر اسرائیلیوں کے درد کو کیسے سمجھیں گے۔

جدعون لیوی یوں تو اسرائیلی یرغمالیوں کی ہی بات کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی وہ انسانی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے فلسطینیوں کے درد کو بھی ابھارتے ہیں اور جو ان پر بیت رہی ہے وہ بتا کر اسرائیل اور اس کی بلاشرط حمایت کرنے والوں کو بھی جھنجھوڑ رہے ہیں۔

ہر ظلم کا خاتمہ یقینی ہے، بس اس میں تاخیر ہو سکتی ہے، فلسطین بھی ایک دن ایک آزاد ملک بنے گا، گزشتہ دنوں اقوام متحدہ میں ہوئی ووٹنگ سے یہ واضح ہو گیا، جہاں اسرائیلی سفیر نے اقوام متحدہ کے چارٹر کو یہ کہہ کر پھاڑ دیا کہ انہوں نے ایسا اس لیے کیا ہے تاکہ وہ دنیا کو آئینہ دکھا سکیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ ردعمل اس لیے تھا کیونکہ دنیا نے اسرائیلی موقف کو مسترد کرتے ہوئے فلسطین کے حق میں ووٹنگ کی تھی۔ دراصل امریکہ اور اس کے بلاک میں شامل ممالک کی وجہ سے اسرائیل کو یہ زعم تھا اور ہے کہ وہ فلسطین کو ایک آزاد ملک نہیں بننے دے گا جبکہ دنیا جانتی ہے کہ اسرائیل کی عمر سے کہیں زیادہ عمر کے افراد آج بھی فلسطین میں موجود ہیں۔

اسرائیل ایک ایسی ریاست ہے جو اپنے شہریوں کے علاوہ دوسروں کو اہمیت نہیں دیتی ہے، جو اس کے غیر انسانی اور غیر جمہوری چہرے کو سامنے لاتا ہے، اس کے ساتھ ہی وہ ممالک بھی بے نقاب ہو چکے ہیں جو صہیونیت میں شرابور صرف طاقت کی زبان سمجھتے ہیں جبکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ طاقت کبھی بھی کسی ایک قوم اور ملک کے پاس نہیں رہتی۔ قیصر و کسریٰ، عثمانی، مغلیہ اور برطانیہ کی تاریخیں دنیا کے سامنے ہیں، اس لیے اسرائیل، امریکہ اور اس کے حلیفوں کو بھی انتظار کرنا چاہیے، ایک دن اس طاقت کا بھی سورج غروب ہوگا۔

haneef5758@gmail.com

اسرائیل ایک ایسی ریاست ہے جو اپنے شہریوں کے علاوہ دوسروں کو اہمیت نہیں دیتی ہے، جو اس کے غیر انسانی اور غیر جمہوری چہرے کو سامنے لاتا ہے، اس کے ساتھ ہی وہ ممالک بھی بے نقاب ہو چکے ہیں جو صہیونیت میں شرابور صرف طاقت کی زبان سمجھتے ہیں جبکہ انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ طاقت کبھی بھی کسی ایک قوم اور ملک کے پاس نہیں رہتی۔

وزیر اعظم کے 15 نکاتی پروگرام کے تئیں بیداری ضروری

ڈاکٹر جاوید عالم خان

ہندوستان

میں اقلیتیں کل آبادی کا تقریباً 20 فیصد ہیں اور مسلمانوں کی آبادی کل آبادی میں تقریباً 15 فیصد ہے، وہیں اقلیتوں کی کل آبادی میں مسلمان 74 فیصد ہیں۔ آزادی اور تقسیم ملک کے بعد مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ جو کہ تعلیمی اور اقتصادی لحاظ سے مضبوط تھا، پاکستان ہجرت کر گیا۔ جو لوگ تقسیم ملک کے بعد پاکستان نہیں گئے، وہ تحفظ، شناخت اور اقتصادی عدم مساوات کا شکار رہے ہیں۔ آزادی کے بعد مرکزی سطح پر زیادہ تر مسلمان تعلیم اور نوکریوں سے متعلق ریزرویشن پالیسی کا حصہ نہیں بن پائے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک طبقہ ویسے تو او بی سی اور درج فہرست قبائل سے متعلق دیے جانے والے ریزرویشن کے زمرے میں شامل تو کیا گیا مگر وہ کئی وجوہات کی بنا پر فائدہ نہیں اٹھا سکا۔

ترقیاتی پالیسی اور بجٹ مختص کرنے سے متعلق عمل میں ملک کے پچھڑے طبقات جیسے دلتوں، قبائلیوں اور معذوروں کو 1970 کے بعد بتدریج شامل کیا گیا لیکن اقلیتوں اور خاص طور سے مسلمانوں کو اس عمل میں بہت دیر میں شامل کیا گیا۔ 1970 اور 1980 کی دہائی میں کافی جگہوں پر فرقہ وارانہ فسادات رونما ہوئے۔ ان حالات میں 1983 میں اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی نے گوپال سنگھ کمیشن کا قیام کیا۔ اس کمیشن کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کی تعلیمی، اقتصادی اور تحفظ سے متعلق صورتحال کا جائزہ لیا جائے۔ گوپال سنگھ کمیشن نے اپنی سفارشات کے ذریعہ حکومت کی توجہ اس جانب دلائی کہ زیادہ تر مسلمان عدم تحفظ کا شکار ہیں اور تعلیمی و اقتصادی حالات خستہ ہیں۔ گوپال سنگھ کمیشن کی سفارشات کی بنیاد پر حکومت نے مسلمانوں کی ترقی کے لیے 15 نکاتی پروگرام بنایا جس کو 1984 میں اندرا گاندھی کے قتل کے بعد عمل میں نہیں لایا جا سکا۔

ایک لمبا عرصہ گزر جانے کے بعد 2004-2005 میں اس وقت کی مرکزی حکومت نے 1983 کے 15 نکاتی پروگرام کو پھر سے زندہ کرنے کی کوشش کی جس کا نام اقلیتوں کی ترقی کے لیے وزیر اعظم کا نیا 15 نکاتی پروگرام رکھا گیا۔ اس پروگرام میں دراصل ترقی کے عمل سے متعلق 15 طرح کے کاموں کو شامل کیا گیا ہے۔ (1) تعلیم کے مواقع کو بڑھانا، (2) اسکولی تعلیم تک رسائی کو بہتر بنانا، (3) اردو پڑھانے کے لیے اساتذہ کی تقرری اور تمام طرح کے وسائل کو مہیا کرانا، (4) مدرسہ تعلیم کی جدید کاری، (5) بچوں کو وظیفہ مہیا کرانا، (6) مولانا آزاد فاؤنڈیشن کے ذریعہ تعلیمی اداروں کو بہتر انفرااسٹرکچر مہیا کرانا، (7) غریبوں کے لیے روزگار کو فروغ دینا، (8) ٹیکنیکل ٹریننگ اور اسکل ڈیولپمنٹ کو فروغ دینا، (9) اقتصادی ترقی کے لیے 15 فیصد کریڈٹ کی سہولت، (10) مرکزی اور صوبائی سطح کی نوکریوں میں 15 فیصد تقرری، (11) اقلیتوں کی آبادی کے تناسب کے حساب سے پکے گھر مہیا کرانا، (12) جگی جھونپڑیوں میں رہ رہے لوگوں کے حالات کو بہتر بنانا، (13) فرقہ وارانہ فسادات کو روکنا، (14) فرقہ وارانہ فسادات کے ذمہ دار لوگوں کو سزا دلانا اور (15) فرقہ وارانہ فسادات سے متاثر لوگوں کی باز آبادکاری۔ 15 نکاتی پروگرام کو نافذ کرنے کے لیے مرکزی حکومت نے مخصوص وزارتوں، شعبوں اور اسکیموں کی شناخت کی۔ جن وزارتوں کی شناخت کی گئی، ان میں اقلیتی بہبود کے معاملات، تعلیم، خواتین اور بچوں کی ترقی، دیہی ترقی، شہری ترقی، اسکل ڈیولپمنٹ، فائنانشیل سروسز، گھروں کی تعمیر اور شہری غریبی کا خاتمہ، پینے کا پانی اور صفائی ستھرائی، لیبر، پرسنل اور ٹریننگ و داخلی امور شامل ہیں۔ بعد میں ان وزارتوں نے جن مخصوص اسکیموں کا 15 نکاتی پروگرام کے تحت نافذ کرنے کے لیے انتخاب کیا، وہ اس طرح سے ہیں جیسے وظیفہ کی اسکیمیں، نیا سویرا، مولانا آزاد فاؤنڈیشن، لون کے لیے این ایم ڈی ایف سی کی اسکیم، عورتوں کے لیے لیڈر شپ اسکیم، اسکل ڈیولپمنٹ، سرو شکشا ابھیان، مدرسوں کی جدید کاری، اردو تعلیم کے لیے وسائل مہیا کرنا، آئی سی ڈی ایس، این آر ایل ایم، اندرا آواس یوجنا، نیشنل اربن لاؤلی ہوڈ مشن، جے این یو آر ایم، آئی ٹی آئی، ترجیحی سیکٹر کے لیے کریڈٹ، دیہی علاقوں کے لیے واٹر سپلائی، نوکریوں میں تقرری کے لیے گائیڈ لائن جاری کرنا اور ساتھ ہی فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے کے لیے ایک منظم گائیڈ لائن بنانا بھی شامل ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات کو روکنے اور اس کے متاثرین کی باز آبادکاری کے لیے حکومت نے ابھی تک کوئی گائیڈ لائن نہیں بنائی ہے۔ 2014 کے بعد مرکزی اور زیادہ تر صوبائی حکومتوں نے 15 نکاتی پروگرام کے نفاذ میں دلچسپی لینا کم کر دیا ہے۔ تجزیہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ مرکزی حکومت نے کئی ساری وزارتوں اور اسکیموں کے نام بدل دیے ہیں اور اقلیتوں کے لیے منتخب جن وزارتوں اور اسکیموں کے تحت اقلیتوں کو 15 فیصد فائدہ پہنچانے کا جو ہدف تھا، اب وہ ہدف زیادہ تر نئی جاری کردہ گائیڈ لائنس میں شامل نہیں ہیں۔

تجزیہ

اقلیتوں کی ترقی کے لیے جن دو پالیسی حکمت عملی کو بنایا تھا، اس میں ملٹی سیکٹورل ڈیولپمنٹ پروگرام بھی شامل ہیں، یہ ایک علاقائی ترقیاتی پروگرام ہے جو ملک کے چنندہ بلاک، ٹاؤن اور ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر میں نافذ کیا جا رہا ہے، اس کا مقصد بھی اقلیتوں کی تعلیمی بہتری، ان کی معاشی سرگرمیوں کو بڑھانا، روزگار کے مواقع پیدا کرنا اور بنیادی سہولتوں کو فراہم کرنا ہے۔ یہ پروگرام اقلیتی امور کی وزارت چلاتی ہے۔ اقلیتی امور کی وزارت جو بھی پروگرام چلاتی ہے، ایم ایس ڈی پی یا پردھان منتری جن وکاس کاریہ کرم کو چھوڑ کر تمام اسکیمیں 15 نکاتی پروگرام کا حصہ ہیں۔ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اینڈ ایڈوکیسی، نئی دہلی کے ذریعہ کیے گئے تجزیہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ 15 نکاتی پروگرام کے تحت دو طرح کی اسکیمیں شامل ہیں، ایک طرح کی اسکیم جو اقلیتی امور کی وزارت چلاتی ہے، اس میں 100 فیصد فائدہ اقلیتوں کو دیا جاتا ہے، دوسری طرح کی اسکیمیں جو عام وزارتوں کے ذریعہ چلائی جا رہی ہیں، ان میں اقلیتوں کے لیے 15 فیصد بجٹ مختص کیا جائے گا۔ تجزیہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اقلیتوں کے لیے مخصوص اسکیمیں جیسے اسکالرشپ کے نفاذ کی صورت حال کافی خراب ہے۔ پری میٹرک اسکالرشپ کے دائرے کو محدود کر دیا گیا ہے۔ مولانا آزاد فیلوشپ، فری کوچنگ، بیرون ممالک پڑھنے کے لیے اسکالرشپ اسکیم کو ختم کر دیا گیا ہے۔ مزید ان اسکالرشپ اسکیموں کا فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد محدود ہے۔ بجٹ کی کمی کی وجہ سے اسکالرشپ کا پیسہ بہت ہی کم ہے اور ان اسکیموں میں اہل خانہ کے لیے والدین کی آمدنی کی حد میں 15 سالوں سے کوئی نظر ثانی نہیں کی گئی ہے۔ جہاں تک عام وزارتوں کے ذریعہ چلائی جا رہی اسکیموں کا تعلق ہے، ان میں اقلیتوں کے لیے مختص بجٹ اور اخراجات کی تفصیلات، سالانہ رپورٹ اور اقلیتی امور کی ویب سائٹس پر پیش نہیں کی جا رہی ہیں۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مرکزی حکومت 15 نکاتی پروگرام کے نفاذ کو لے کر بالکل بھی سنجیدہ نہیں ہے۔ 15 نکاتی پروگرام کی گائیڈ لائن کے مطابق مرکزی، صوبائی اور ضلع کی سطح پر اس کے تحت آنے والی تمام اسکیموں کے نفاذ کی مانیٹرنگ کی جائے گی، لیکن مرکزی سطح پر کیبنٹ سکریٹری کے ذریعہ گزشتہ کئی سالوں سے مانیٹرنگ کمیٹی کی کوئی میٹنگ نہیں بلائی گئی ہے۔ اسی طرح سے صوبائی اور ضلع کی سطح پر چیف سکریٹری اور ضلع مجسٹریٹ کے تحت منعقد کی جانے والی مانیٹرنگ کمیٹی کی میٹنگیں ہدف کے حساب سے نہیں بلائی جا رہی ہیں۔ ان میٹنگوں کے دستاویز عام لوگوں کی پہنچ سے باہر ہیں۔ ریسرچ سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کئی اضلاع اور صوبوں میں اقلیتی طبقے کے لوگوں کو مانیٹرنگ کمیٹی میں نامزد نہیں کیا گیا ہے۔ 15 نکاتی پروگرام کے تحت اقلیتوں کے 15 فیصد مختص بجٹ اور خرچہ کی رپورٹنگ کے ساتھ کریڈٹ کی سہولتوں اور نوکریوں میں تقرری کے اعداد و شمار کو بھی گزشتہ دس سالوں سے مہیا نہیں کرایا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ 15 نکاتی پروگرام کے نفاذ کو بہتر بنانے کے لیے اقلیتی طبقے کے رہنماؤں کو حکومت سے درخواست کرنی چاہیے کہ حکومت اس پروگرام کے نفاذ میں دلچسپی لے اور ساتھ ہی سماجی تنظیموں کو 15 نکاتی پروگرام کے متعلق بیداری، اس کے نفاذ اور مانیٹرنگ کی ذمہ داری لینی چاہیے۔

(مضمون نگار انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اینڈ ایڈوکیسی سے وابستہ ہیں۔)

jawedalamk@gmail.com

گوپال سنگھ کمیشن کی سفارشات کی بنیاد پر حکومت نے مسلمانوں کی ترقی کیلئے 15 نکاتی پروگرام بنایا... 15 نکاتی پروگرام کے نفاذ کو بہتر بنانے کیلئے اقلیتی طبقے کے رہنماؤں کو حکومت سے درخواست کرنی چاہیے کہ حکومت اس پروگرام کے نفاذ میں دلچسپی لے اور ساتھ ہی سماجی تنظیموں کو 15 نکاتی پروگرام کے متعلق بیداری، اس کے نفاذ اور مانیٹرنگ کی ذمہ داری لینی چاہیے۔

اقوال زرّیں

سقراط

- لوہا صرف لڑائی کے وقت سونے سے بہتر سمجھا جاتا ہے، مگر عقل ہر جگہ اور ہر وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔
- عقل مند کی پہچان غصہ کے وقت ہوتی ہے۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA NEW DELHI

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

آج کی مروجہ سیاست کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ موقع پرستی کا دوسرا نام ہے۔ مروت کا پاس اور وفا کا لحاظ تو اٹھ ہی گیا ہے، ہواؤں کا رخ دیکھ کر حمایت اور مخالفت کرنا، موقع سے فائدہ اٹھانا، نقصان کا احتمال ہو تو اپنے ہی بنائے ہوئے اتحاد کا شیرازہ بکھیر دینا، بیچ منجدھار میں کشتی سے کود پڑنا بہترین سیاست کہلاتی ہے۔ دلچسپ اور باعث حیرت یہ بھی ہے کہ ایسی سیاست کرنے والے مقبولیت کے سوا نیزے تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ ہندوستان جنت نشان میں ایسے سیاست داں بھی ہیں جو عین میدان کارزار میں یہ فیصلہ کریں کہ وہ سپاہیان جمہور سے الگ اپنی راہ بنائیں گے۔ ایسی ہی ایک مقبول سیاست داں مغربی بنگال کی وزیر اعلیٰ اور ترنمول کانگریس کی سپریمو ممتا بنرجی ہیں۔ اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' کے قیام کی داغ بیل ڈالنے والوں میں سرفہرست خاتون سیاست داں نے انتخاب سے قبل اتحاد سے باہر نکل کر علیحدہ انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا۔ کانگریس، سمیت تمام سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے انہیں اس سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ کئی بار مشاورت ہوئی، سمجھانے منانے کی کوشش کی گئی، کولکاتا سے دہلی تک سیاسی قائدین کے قافلے آئے اور گئے مگر ممتا بنرجی نے 'ز میں جنبد نہ جنبد گل محمدؐ' کی صداقت کو ثابت کر دیا۔ پھر اچانک تین دن قبل انتخابات کے دوران ان کا موقف بدل گیا۔ انہوں نے گارنٹی دی کہ مودی کی واپسی نہیں ہوگی اور بی جے پی مخالف اتحاد 295 سے 315 سیٹیں حاصل کرے گا۔ پھر ان پر منکشف ہوا کہ اتحاد، حکومت سازی کر سکتا ہے جس کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ 'انڈیا' اتحاد کی حکومت بننے کی صورت میں وہ باہر سے حمایت کریں گی۔ اب ایک بار پھر ان کا موقف بدل گیا ہے۔ اس بار انہوں نے کہا ہے کہ وہ 'انڈیا' اتحاد کا 'باقاعدہ' حصہ ہیں۔

مغربی بنگال کی تمام 42 پارلیمانی سیٹوں پر اپنے امیدوار کھڑے کیے حتیٰ کہ اتحادی امیدواروں کے مقابلے میں ایسے امیدوار دیے جن کی وجہ سے بی جے پی امیدوار کی جیت کے امکانات میں اضافہ ہوا۔ بہرام پور میں گجرات سے لا کر کرکٹ کھلاڑی عرفان پٹھان کو کانگریس امیدوار ادھیر رنجن چودھری کے مقابل کھڑا کر دیا۔ بہرام پور سے ادھیر چودھری پانچ بار پارلیمنٹ کے رکن رہ چکے ہیں اور وہ چھٹی بار انتخابی میدان میں ہیں۔ غالب مسلم ووٹروں والے اس حلقہ میں اچانک عرفان پٹھان کو لا کھڑا کر دینا سیاسی مساوات پر کیا اثر ڈالے گا، یہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ آزمودہ ادھیر کے مقابلے میں عرفان پٹھان کو بھی مسلمانوں کا ایک طبقہ ووٹ ڈالے گا جس سے ووٹوں کی تقسیم ہوگی اور خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ اس تقسیم کا اثر بھارتیہ جنتا پارٹی کے امیدوار کی کامیابی کی صورت میں نکلے گا۔ کئی اور بھی ایسے حلقہ انتخاب ہیں جہاں انہوں نے اتحادی امیدوار کے مقابلے ایسے امیدوار دیے ہیں جن کی موجودگی بی جے پی امیدواروں کیلئے وجہ نجات بن سکتی ہے۔

کئی انتخابی جلسوں میں بھی وہ کہہ چکی ہیں کہ سی پی آئی (ایم) اور کانگریس نے مغربی بنگال میں بی جے پی کے ساتھ ہاتھ ملا لیا ہے۔ ریاست میں اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' کا وجود ختم ہو گیا ہے۔ اس لیے ووٹر بائیں بازو-کانگریس-آئی ایس ایف اتحاد ('انڈیا' اتحاد میں شامل مغربی بنگال کی سیاسی جماعتیں) کے حق میں ووٹ نہ دیں، ان کو ووٹ دینے کا مطلب بی جے پی کو ووٹ دینا ہوگا۔

انتخاب کی راہ پرخار پر اکیلے چلتے چلتے اچانک انہوں نے اتحاد کی جانب رخ بدلنے کی کوشش کی ہے بلکہ کوشش ہی نہیں دعویٰ بھی کر دیا ہے کہ وہ 'انڈیا' اتحاد کا حصہ ہیں اور اپنے اس بیان کی وضاحت بھی کی جس میں انہوں نے 'انڈیا' اتحاد کی ممکنہ حکومت کو باہر سے حمایت دینے کا اعلان کیا تھا۔ مدنی پور کے تملوک میں انتخابی جلسہ سے اپنے خطاب میں محترمہ ممتا بنرجی نے کہا کہ قومی سطح پر کچھ لوگوں نے ان کے بیان کو غلط سمجھا ہے۔ وہ مکمل طور پر 'انڈیا' اتحاد کا حصہ ہیں۔ 'انڈیا' اتحاد ان کے دماغ کی اختراع تھا۔ اتحاد میں وہ قومی سطح پر ساتھ ہیں اور مستقبل میں بھی وہ ساتھ رہیں گی۔

بظاہر تو یہ لگ رہا ہے کہ 'انڈیا' اتحاد کے سلسلے میں ممتا بنرجی کے موقف میں نرمی آ رہی ہے۔ لیکن اگلے ہی سانس ان کی دوسری بات اس 'نرمی' کی کھلی وضاحت کرتے ہوئے 'موقع پرستی' کے شبہ کو تقویت پہنچا رہی ہے۔ ووٹروں سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے ایک بار پھر یہ کہہ دیا کہ مغربی بنگال میں سی پی آئی (ایم) اور کانگریس پر بھروسہ نہ کریں۔ وہ ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ وہ یہاں (مغربی بنگال میں) بی جے پی کے ساتھ ہیں۔

ممتا بنرجی کی اس سیاسی 'حکمت عملی' پر مغربی بنگال کانگریس کے صدر ادھیر رنجن چودھری کا کہنا ہے کہ وہ ایک 'موقع پرست سیاست داں' ہیں۔ 'انڈیا' اتحاد کی بڑھتی ہوئی رفتار اور نئے بدلتے سیاسی منظرنامے کو محسوس کرنے کے بعد وہ اپنا موقف تبدیل کر رہی ہیں۔ اس کے پیچھے ممتا بنرجی کا مقصد قومی سیاست میں اپنی مطابقت برقرار رکھنا ہے۔

اتحاد میں ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود آج ممبئی میں ہونے والی اپوزیشن اتحاد 'انڈیا' کی ریلی میں بھی وہ شامل نہیں ہوئی ہیں اور نہ ان کا کوئی نمائندہ ہی شامل ہوا۔ ان حالات میں ادھیر چودھری کے اس بیان کو یکسر مسترد کرنا مشکل ہے کیوں کہ 'انڈیا' اتحاد کی تشکیل سے لے کر اب تک ممتا بنرجی نے جتنی سیاسی کروٹ لی ہے وہ سب لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ بقول شاعر:

یہ مسجد ہے، یہ مے خانہ، تعجب اس پر آتا ہے
جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

edit2sahara@gmail.com

مراسلات

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

حق رائے دہی کا ضرور استعمال کریں

مکرمی!

کچھ لوگوں کو آپ ہمیشہ یہ کہتے ہوئے سنیں گے کہ وہ فلاں حق سے محروم رہ گئے یا ان کا فلاں حق مار لیا گیا، لیکن سب سے زیادہ اور اہم حق رائے دہی سے اکثر و بیشتر کوتاہی برت جاتے ہیں جس کا نتیجہ کف افسوس ملنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ لوک سبھا انتخابات ہو رہے ہیں جس کے چار مراحل کی ووٹنگ ہو چکی ہے۔ 7 مراحل میں ہونے والے انتخابات کا یہ دور 2 جون تک چلے گا اور 4 جون کو نتائج کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اب جس نے اپنے حق رائے دہی کے تئیں کوتاہی برتی اور اس کوتاہی کا نتیجہ ملک کے سیکولر عوام کو بھگتنا پڑا تو بڑے شرم کی بات ہے۔ ہندوستان کے ہر شہری کو یہ عزم کرنا ہوگا کہ وہ حق رائے دہی کا استعمال ضرور کرے گا اور ایک ایسی حکومت کی تشکیل میں معاون ہوگا جو ملک کے ہر شہری کو ساتھ لے کر چلنے میں یقین رکھتی ہو۔ جس کے قومی مفاد سب سے پہلے ہوں، جس کا مقصد ہندوستان کے عوام کے ایک خوشحال اور ترقی یافتہ ملک کے خواب کو پورا کرنا ہو۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ حق رائے دہی کا استعمال کیا جائے اور اپنے اردگرد کے افراد کو بھی ترغیب دی جائے۔

فیضان – لال کنواں، دہلی-6

انتخابات موضوع بحث

مکرمی!

چہار جانب لوک سبھا انتخابات موضوع بحث ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا خصوصی پروگرام اور صفحات آپ کو نظر آ جائیں گے۔ کسی کے پاس گزشتہ حکومت کی ناکامیوں کی فہرست ہے تو کوئی حکومت کے کئی اہم فیصلوں کو ہندوستان کے حق میں بتا رہا ہے۔ یہ سب عوام کے سامنے پیش ہو رہا ہے اور اسی کو دیکھ کر، سن کر یا پڑھ کر عوام اپنے حق رائے دہی کا استعمال کریں گے جو قطعی نامناسب ہے۔ انتہائی افسوس ہے جمہوریت کا چوتھا ستون میڈیا بھی اب اس زمرے میں نہیں آتا جس پر آنکھیں بند کر کے یقین کر لیا جائے۔ عوام کو اپنے ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر، ذات و مذہب سے پرے اپنے ووٹ کا استعمال کرنا ہے۔ سیاستدانوں کی یہ فطرت رہی ہے کہ وہ عوام کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے اپنی سیاسی روٹیاں سینکتے ہیں۔ عوام کو سمجھنا ہوگا اور بہت سوچ سمجھ کر اپنے بہتر مستقبل کے لیے اپنے حق رائے دہی کا استعمال کرنا ہوگا۔ یہ موقع 5 سال میں آیا ہے، اگر اس بار بھی غلطی ہوگئی تو اپنی تکلیفوں میں اضافہ کے لیے عوام خود ذمہ دار ہوں گے۔

سید طاہر عزیز – کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی-2

'اقتدار بدعنوان بناتا ہے'

مکرمی!

اداریہ ''آمریت کا بڑھتا خوف'' کے ضمن میں عرض ہے کہ بقول مورخ لارڈ ایکٹن (Lord Acton): "Power tends to corrupt, and absolute power corrupts absolutely." گویا اقتدار بدعنوان بناتا ہے اور اقتدار مطلق تو مکمل طور پر بدعنوان بنا دیتا ہے اور اس کا اطلاق کسی مخصوص سیاسی پارٹی یا اس کے لیڈر پر موقوف نہیں بلکہ سب پر یکساں ہوتا ہے۔ جہاں تک ہندوستانی جمہوریت کا تعلق ہے، وزیر اعلیٰ دہلی اور عام آدمی پارٹی کے سربراہ اروند کجریوال نے ضمانت پر اپنی رہائی کے بعد وزیر اعظم کی اقتدار میں واپسی کے حوالے سے ان کی شدید نکتہ چینی کرتے ہوئے الزامات لگائے ہیں کہ وہ تمام مخالف قوتوں کو ختم کرنے کے درپے ہیں نیز اپوزیشن لیڈروں کے ساتھ ساتھ ان کے وہ اپنے بھی ہیں جن کا قد بڑھتا دیکھنا وہ نہیں چاہتے۔ اسی کے ہمراہ یہ الزامات عام ہیں کہ حزب اختلاف کے لیڈروں کے خلاف تفتیشی ایجنسیوں کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ بہرحال اب الیکشن پانچویں مرحلے میں داخل ہونے جا رہا ہے اور اصل شہنشاہ ساز (King-makers) تو رائے دہندگان خود ہیں۔ اب دیکھئے کہ 4 جون کو ملک کی سیاست کا یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

اظہر علی خاں – شرافت منزل، کوتوالان، رامپور-1

نوٹ: اداراتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آرا ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ اس کیلئے کسی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

آئینہ

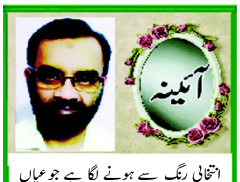

انتخابی رنگ سے ہونے لگا ہے جو عیاں
بس اسی امکان سے بے چین ہیں عالی جناب
جن کو ہر حالت میں اپنی حکمرانی چاہیے
جانے کیا منظر نیا لائے گا اُن کا اضطراب

ضمیر ہاشمی

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر ضیاء قادری نے سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن پریس C-2,3,4، سیکٹر-11 نوئیڈا میں چھپوا کر اور 705-706، ساتویں منزل، نورنگ ہاؤس، 21 کے جی مارگ، نئی دہلی سے شائع کیا۔
Printed & Published by Zia Qadri, on behalf of Sahara India Mass Communication and Printed at Sahara India Mass Communication Press, C-2, 3, 4, Sector-11, Noida and published at 705-706, VIIth Floor, Navrang House, 21 K.G. Marg, New Delhi
Editor & Group Editor: Abdul Majid Nizami (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: Md. Fakhre Imam (fimam16@gmail.com) * محمد فخر امام: ریزیڈنٹ ایڈیٹر ■ عبدالماجد نظامی: ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر
For Editorial/News: rsahara1@gmail.com ■ Advertisement (National): ■ 9891773434, 9899452476 Email: adsahara@gmail.com
www.roznamasahara.com 0120-2598274: سرکولیشن، 0120-2444755,2598419: ٹیلی فون نمبر نوئیڈا آفس، 011-23352369, 23352368: ٹیلی فون نمبر دہلی دفتر
* اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار R.N.I. No.71627/99 Roznama Rashtriya Sahara (New Delhi) Regd.: UP/BR/GBD-208/2024-2026 شمارہ نمبر: 8900 سال: 24
روزنامہ راشٹریہ سہارا ○ حب الوطنی ○ فرض شناسی ○ ایثار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں